



RESEARCH ARTICLE

کتب تفاسیر میں اسرائیلی روایات کے مصادر کا تنقیدی جائزہ

The Critical Review of Israeli Sources in Books of Tafsir

Hafiz Muhammad Adnan Hamid

Department of Islamic Studies

CTI, Government Graduate College 266RB Khuryanawala

Email: adnan.owasi92@gmail.com

Paper history

Received: 29 July 2024

Revised: 6 September 2024

Accepted: 14 October 2024

Published online: 23 December 2024

Abstract

In the history of prophets, a significant name is that of the Prophets of Bani Israel, in which Allah Almighty sent thousands of prophets. The name of this family is derived from the title of the first prophet of this lineage, Prophet Yaqub (Jacob) (peace be upon him), whose title was "Israel," meaning "Servant of Allah." Allah sent many well-known prophets from this family and also revealed the first three famous heavenly scriptures within this lineage. In Islamic history, this family holds a unique status, possessing its own distinct culture and laws. The traditions narrating the culture of Bani Israel are referred to in the science of Hadith as "Isra'iliyat." These traditions contain a wide variety of information, including the laws, dealings, worship, and culture of Bani Israel. Unlike the books of Hadith, the commentators of the Qur'an (mufasssirin) often used these traditions as sources, since the Qur'an mentions the events and conditions of the Prophets of Bani Israel, as well as the nation of Israel, sometimes in summary and sometimes in detail. To elaborate on the briefly mentioned events, these traditions were used, which were well-known among the people of Israel and have been compiled as sources in the books of Tafsir. After studying some of these sources, they are divided based on their authenticity, and a critical review is presented regarding the rulings drawn from them and the narrators of these sources.

Keywords

Allah Almighty, Prophet Yaqub, Scriptures, Commentators, Authenticity, Sources



تعارف

اسرائیلیات بنی اسرائیل کی وہ تہذیب و ثقافت ہے جو ان بزرگان دین کے ذریعے تفسیر میں شامل ہوئیں جو ابتداء یہودی یا نصرانی تھے۔ مگر طلوع اسلام کے بعد مشرف باسلام ہو کر بارگاہ مصطفویٰ میں پیش ہو گئے۔ یہ احباب بنی اسرائیل کے حالات و واقعات اور کتب سابقہ سے واقف تھے جب کوئی واقعہ اجمالاً اہل کتاب یا امم سابقہ کے متعلق قرآن کریم میں نازل ہوتا تو یہ احباب اسکی تفصیل کر دیتے جسے صحابہ کرام اپنی علمی وسعت کو بڑھانے کے لیے پاکیزہ ذہنوں کے ساتھ سنتے تھے اور اسے آگے بیان بھی کرتے تھے اسطرح یہ علم اہل اسلام میں متعارف ہوا اور اسے مفسرین کرام نے اپنی اپنی تفاسیر میں ذکر کیا ہے۔ اسرائیلی روایات میں سے بعض روایات اسلامی نظریات کے مطابق ہیں اور بعض اسلامی نظریات کے خلاف ہیں اس لیے مصدقہ روایات کو لیا جاتا ہے اور باقی روایات کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

اسرائیلیات کا معنی و مفہوم

اسرائیلیات، اسرائیلیہ کی جمع ہے لفظ اسرائیل، بنی اسرائیل قرآن پاک کی متعدد آیات بینات میں ذکر ہوا ہے قرآن پاک کی چالیس آیات کریمات میں لفظ اسرائیل استعمال ہوا ہے۔

ان میں سے چند آیات بطور نمونہ ذکر کی جاتی ہیں۔

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ جَلًا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَءِيلُ عَلٰی نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ
التَّوْرَةُ ۚ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَةِ فَاتْلَوْهَا إِنَّ كُنتُمْ صَادِقِينَ¹

اس آیت میں ”بنی اسرائیل“ سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہے اور ”اسرائیل“

حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے

يٰۤاِبْنِي إِسْرَءِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي اٰنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَتَىٰ فَضَّلْتُكُمْ عَلَيَ الْعٰلَمِينَ²

اس آیت مبارکہ میں دور اسلام کے اہل کتاب کو مخاطب کر کے انہیں گزشتہ احسانات یاد کروائے جا رہے ہیں جو اللہ عزوجل نے ان پر مختلف مقامات پر مختلف صورتوں میں کیے تھے۔

بائبل میں لفظ اسرائیل

بائبل میں لفظ اسرائیل مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے

”اضحاک کے بیٹے یعقوب کیلئے، اس کی اولاد یعنی عبرانیوں کے بارہ قبیلوں

کیلئے، شمال کے دس قبیلوں کیلئے جن میں افرائیم پیش پیش تھا“³

اصطلاح اسرائیلیات اور اطلاق

اسرائیلیات کے لفظ کا اطلاق یہودو نصاریٰ کی اس دینی ثقافت پر ہوتا ہے جس نے تفسیر قرآن کو متاثر کیا ہے آج کتب تفسیر میں بہت ساری ایسی روایات موجود ہیں جن کا تعلق اسرائیلی تہذیب و ثقافت سے ہے جنہیں ان صحابہ کرام نے بیان کیا جو اہل کتاب میں سے مشرف بایمان ہوئے مصادر میں اسرائیلی روایات کیلئے ”اسرائیلیات“ کا لفظ مستعمل ہے۔

محمد حسین ذہبی لکھتے ہیں

”اس لفظ کا اطلاق یہودیت و نصرانیت کی اس دینی ثقافت پر ہوتا ہے جس نے

قرآن کریم کی تفسیر کو متاثر کیا ہے اس ثقافت میں نصرانیت کے مقابلے میں

یہودیت کو غلبہ حاصل ہے کیونکہ آغاز اسلام میں یہود بکثرت تھے اور مسلمانوں

سے ان کا میل جول بھی کافی تھا“⁴

مولانا تقی عثمانی ذکر کرتے ہیں۔

”اسرائیلیات ان روایتوں کو کہتے ہیں جو اہل کتاب یعنی یہودیوں اور

عیسائیوں سے ہم تک پہنچی ہیں پہلے زمانے کے مفسرین کی عادت تھی وہ کسی

آیت کے ذیل میں ہر قسم کی روایات لکھ دیتے تھے جو انہیں سند کے ساتھ

پہنچتی تھی ان میں بہت سی روایات اسرائیلیات بھی ہوتی تھیں۔“⁵

ان اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ ایسی روایات جو ہم تک قرآن پاک کی تفاسیر کو متاثر کرتے ہوئے پہنچی ہیں جن کا تعلق بنی اسرائیل کی دینی ثقافت مثلاً ”تورات و انجیل“ سے ہے اس کے لیے مفسرین نے اسرائیلیات کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

اسرائیلیات کی ابتداء

بعض صحابہ کرام اپنے جذبہ ایمانی اور شوق تعلیم کے تحت ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو اہل کتاب میں سے مشرف بایمان ہوئے تھے انبیاء کرام علیہم السلام کے ان واقعات کی تفصیل جاننا چاہتے تھے جنہیں قرآن کریم نے اجمالاً بیان کیا ہے وہ لوگ تورات کے عالم تھے اسرائیلی روایات، تہذیب و تمدن سے بھی واقف تھے اس لیے وہ ان تمام واقعات کو بیان کر دیتے تھے جو انبیاء علیہم السلام کے بارے میں یہود و نصاریٰ کی دینی ثقافت میں مشہور تھے صحابہ کرام نے ان سے سن کر بطور قصہ اسے آگے بیان کر دیا جس وجہ سے اسکی روایت چل پڑی اس کے بعد جب دوسری اور تیسری صدی میں تفسیر نے ایک مستقل فن کی شکل اختیار کی تو پھر یہی قصے صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین علیہم الرضوان کی روایتوں کے نام سے کتابوں میں جمع کر دیے گئے بعض مفسرین نے بڑی جستجو کے ساتھ ان روایات کو بیان کیا ہے۔

اسرائیلی روایات کے بارے میں ”ابن خلدون“ کا نظریہ

”اس میں شک نہیں کہ تفسیر منقول کے بارے میں متقدمین نے بہت مواد فراہم کیا، مگر افسوس کہ انکی تصانیف رطب و یابس اور مقبول و مردود سبھی قسم کی روایات پر مشتمل ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب لکھے پڑھے نہ تھے بخلاف ازیں ان پر جہالت و بداوت کا غلبہ تھا انسانی فطرت ہمیشہ سے تکوینی اسباب اور آغاز تخلیق سے متعلق امور سے دلچسپی رکھتی ہے چنانچہ عربوں نے جب بھی کوئی ایسی بات پوچھنی ہوتی تو اپنے معاصر یہود و نصاریٰ سے دریافت کرتے دوسری طرف اہل کتاب بھی اس ضمن میں قریباً عربوں کی طرح ان پڑھ تھے صرف انہیں باتوں سے آگاہ تھے جو اہل کتاب کی زبان زد عام تھیں اکثر یہود قبیلہ حمیر سے تعلق رکھتے تھے مگر انہوں نے یہودی مذہب کو اختیار کر لیا تھا یہ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد بھی بدستور ان امور کے معتقد رہے جن کا شرعی احکام سے کچھ تعلق نہیں تھا مثلاً یہ کہ تخلیق بنی نوع انسان کا آغاز کب ہوا؟ فلاں فلاں واقعات و حوادث اور جنگیں کب اور کیسے رونما ہوئیں اور اس قسم کے دیگر امور ایسے واقعات کے راوی زیادہ تر کعب الاحبار، وہب بن منبہ اور عبد اللہ بن سلام جیسے لوگ ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی نقل کردہ روایات سے کتب تفسیر بھر گئیں۔ ان میں سے کچھ ایسی روایات بھی تھیں جو مرفوع نہیں بلکہ صرف ان لوگوں کے اقوال ہیں جن کا شرعی احکام سے کچھ تعلق نہیں تاکہ ان کی صحت کی طرف توجہ دی جاتی۔ چنانچہ مفسرین نے اس ضمن میں سہل نگاری سے کام لیا اسی لیے ان کی تفسیر ایسے اقوال کا پلندہ بن گئیں، حالانکہ یہ اقوال بلا تحقیق نقل کر دیئے گئے تھے ان روایات کو شہرت محض اس لئے حاصل ہو گئی تھی کہ ان کے قائلین کو مذہبی تقدس حاصل تھا جس کی بنا پر ان کی جانب منسوب اقوال بلا شک و شبہ تسلیم کر لئے جاتے ہیں۔⁶

یہ سب کچھ اس حقیقت کی غمازی کرتا ہے کہ ابن خلدون کی رائے میں تفسیری اقوال کی اشاعت دو امور کی مربوہ منت تھی ان میں سے ایک وجہ عربوں کی جہالت و بداوت کا غلبہ اور اسباب تکوین اور اسرار وجود کے متعلق جاننے کا شوق ہے جو ہر انسان کی فطرت میں پوشیدہ ہوتا ہے ظاہر ہے عرب یہ سب باتیں اہل کتاب سے دریافت کرتے تھے ان مرویات و اقوال کو بلا نقد و جرح تسلیم کر لینے کی دوسری وجہ بقول ابن خلدون یہ ہے کہ ان امور کا دینی احکام سے کچھ تعلق نہ تھا اسی لیے اصحاب تفسیر بغیر کسی تردد کے قبول کر لیتے تھے۔ اور ان روایات کو قبول کرنے میں تیسری وجہ ان احباب کا ذہنی تقدس ہے جو قبول اسلام کے بعد اور بھی زیادہ ہو گیا تھا

اسرائیلی روایات کے مشہور رواۃ

اسرائیلی روایات کا مدار و انحصار زیادہ تر ان چار شخصیات پر ہوتا ہے جن سے زیادہ تر اسرائیلی روایات لی گئی ہیں

۱۔ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔ کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔ وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴۔ عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تفسیری روایات اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

تفسیری روایات میں صحابہ کرام کو ان کی مرویات کی تعداد کے اعتبار سے مختلف درجات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے درجے میں ان صحابہ کرام کا شمار کیا گیا ہے جنہوں نے سب سے زیادہ تفسیری روایات بیان کی ہیں ان میں عبد اللہ ابن عباس، علی ابن ابی طالب، عبد اللہ ابن مسعود، ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں۔ دوسرے درجے میں وہ صحابہ کرام ذکر کیے جاتے ہیں جنہوں نے ان سے کچھ کم روایات نقل کی ہیں ان میں زید بن ثابت، ابو موسیٰ اشعری، عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بعض دیگر صحابہ کرام سے بھی تفسیری روایتیں پائی جاتی ہیں ان میں انس بن مالک، ابو ہریرہ، عبد اللہ بن عمر، جابر بن عبد اللہ، حضرت عائشہ صدیقہ، عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسماء گرامی شامل ہیں۔⁷

تابعین اور اسرائیلی روایات

تفسیری روایات کے سلسلہ میں تابعین کے جو نام سب سے زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں ان میں جناب عطاء بن رباح، سعید بن جبیر، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام شامل ہیں۔ ان کے علاوہ جناب عطاء بن ابی سلمہ خراسانی، محمد بن کعب القرظی، ابو العالیہ، ضحاک بن مزاحم، عطیہ عوفی، قتادہ، مرہمدانی اور ابو ملک، ربیع بن انس، عبد الرحمن بن زید کے اسماء شامل ہیں جنہوں نے براہ راست صحابہ کرام سے اکتساب فیض کیا ہے اور اسے آگے منتقل کر کے عظیم علمی سرمایہ کو ہمارے تک پہنچایا ہے۔⁸

اسرائیلی روایات کے مضامین

اسرائیلی روایات کو مفسرین نے شرعی احکامات کے تحت نقل نہیں کیا بلکہ صرف اور صرف سابقہ انبیاء مثلاً حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابرہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت الیاس، حضرت یوسف، حضرت یونس، حضرت ایوب، حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور ان کی امم کے واقعات جنہیں قرآن پاک نے اجمالاً بیان کیا تھا انہیں بطور قصص اہل کتاب صحابہ و تابعین علیہم الرضوان کی روایات سے تفصیلاً ذکر کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے متعلق جو پیشین گوئیاں سابقہ دینی ثقافت میں مشہور تھیں، یا تورات و انجیل میں منقول تھیں انہیں مفسرین کرام نے بڑی جستجو کے ساتھ اکٹھا کر کے نقل کیا ہے تاکہ نبی آخر الزماں ﷺ کا مقام و مرتبہ واضح ہو۔

حکم کے اعتبار سے اسرائیلی روایات کی اقسام

اسرائیلی روایات کا حکم بیان کرتے ہیں ان روایات کو حکم کے اعتبار سے تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ ان کے متعلق احادیث میں وارد ہونے والے احکامات پر عمل کرنے میں آسانی ہو اور ان سب احکامات پر عمل کیا جاسکے۔ اسرائیلی روایات کی تین اقسام ہیں۔

مقبول روایات

مقبول ایسی روایات ہیں جن کی صداقت پر اسلام میں دلائل و شواہد موجود ہیں اور وہ روایات اسلامی تہذیب و افکار سے ٹکراتی نہیں ہیں۔ مثلاً۔ فرعون کا غرق ہونا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور پر تشریف لے جانا، حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تشریف لے جانا وغیرہ کا ذکر اسرائیلیات میں ملتا ہے جبکہ ان قصص کی قرآن و حدیث سے بھی تصدیق ہو رہی ہے اس جیسے کئی اور واقعات بھی موجود ہیں جن کے مضامین کی تصدیق اسلامی روایات کر رہی ہیں ان جیسی روایات کو ہم قرآن و اسلام کی حقانیت کے طور پر بھی پیش کر سکتے ہیں ایسی روایات کو ذکر کرنا جائز ہے کیونکہ اس قسم کے متعلق نبی اکرم ﷺ کا فرمان موجود ہے جو اسکی روایت کے جواز پر دال ہے۔

بلغونی ولو آية و حدث عن بني اسرائيل ولا حرج ومن كذب على متعمدا
فليتبو وأمقعه من النار⁹

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری طرف سے آگے پہنچا دو وہ ایک بات ہی کیوں نہ ہو اور اہل کتاب سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔“

مردود روایات

ایسی اسرائیلی روایات جو صراحتاً جھوٹی اور عقائد اسلامیہ کے سراسر خلاف ہوں جیسے عصمت انبیاء علیہم السلام کو اہل اسلام رسالت کیلئے ضروری مانتے ہیں ہمارا یہ غیر متزلزل ایمان ہے کہ ہر نبی معصوم ہوتا ہے اب اگر کوئی اسرائیلی روایت کسی نبی کے متعلق طعن پر مشتمل ہو تو عقائد اسلامیہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے اسے تسلیم نہیں کیا جائے گا مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام پر اسرائیلی روایت میں ارتداد کا الزام لگایا گیا ہے جو اسلامی نظریہ کے خلاف ہے اور اس کے مقابل قرآن پاک کی نص بھی موجود ہے ۔

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٌ وَلَكِنَّ الشَّيْطَانَ كَفَرُوا¹⁰

”سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیطان نے کفر کیا“

اس آیت میں اسرائیلی روایت کا رد کیا گیا ہے جس میں انہوں نے عصمت سلیمان علیہ السلام پر حملہ کیا ہے اس قسم کی اور بھی روایات اہل کتاب کی مکاری، ترمیم و تحریف کی پیداوار ہیں ان کی اس بد نیتی کو قرآن پاک نے واضح کیا ہے ۔

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ¹¹

”وہ کلمات کو ان کے موضع سے پھیر دیتے ہیں“

اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کی تحریفات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے محرف و مسخ شدہ وہ روایات جو اسلامی نظریات سے ٹکرائیں ان کو نہ ہی قبول کیا جائیگا اور نہ ہی آگے بیان کرنے کی اجازت ہے کیونکہ ایسی روایات نبی اکرم ﷺ کے اسرائیلی روایات کو سننے اور سنائے سے سختی سے منع فرمانے والے فرمان کا مصداق بن رہی ہیں ۔

اہل کتاب کی تحریف کے متعلق ذیل کی حدیث شائد ہے

يامعشرالمسلمين كيف تسالون اهل الكتاب من شيء و كتابكم الذي انزل على نبيه
احدث تقرونه محضاً لم يشب وقد حدثكم الله ان اهل الكتاب بدلوا كتاب الله و غيره و
كتبوا باديهم الكذب و قالوا هو من عند الله ، ليشترؤا به ثمناً قليلاً ، الا ينهاكم ما
جاءكم من العلم عن مس لثهم لا و الله ما راينا منهم رجلاً يسالكم عن الذي انزل عليكم¹²

”مسلمانو اہل کتاب سے کیسے پوچھتے ہو ؟ جب کہ تمہارے پاس تمہارے نبی پر نازل کی ہوئی اللہ تعالیٰ کی کتاب موجود ہے ، جس میں کسی طرح کی آمیزش نہیں ہے ، اور اللہ تعالیٰ تم کو سابقہ آسمانی کتب کے بارے میں بتا چکا ہے کہ اہل کتاب نے ترمیم و تحریف اور تغیر و تبدل کر دیا ہے ، خود اپنے ہاتھ سے لکھتے اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے ، تاکہ اس سے چند پیسے کما سکیں ، تمہارے پاس جو علم ہے وہ تمہیں ان سے پوچھنے سے روکتا ہے ، واللہ میں نے یہ نہیں دیکھا کہ وہ اہل کتاب بھی تم سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ پر کیا نازل کیا ہے“

سکوتی روایات

ایسے مضامین پر مشتمل روایات جو صدق و کذب دونوں طرح کا احتمال رکھتی ہوں اور یہ ایسی روایات ہیں جن کا دینی یا دنیاوی منفعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جن پرندوں کو زندہ کیا انکے نام ، اصحاب کہف کے اسماء، اور انکے کتے کی معرفت وغیرہ یہ سب ایسی روایتیں ہیں جن کی تحقیق کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہے ایسی روایتوں کا حکم یہ ہے کہ ان کی نہ تصدیق کی جائے اور نہ ہی تکذیب بلکہ خاموشی بہتر ہے اس لیے کہ ہو سکتا ہے جس روایت کی آپ تصدیق کریں وہ عند اللہ جھوٹ ہو اور جسکی آپ تکذیب کر رہے ہوں وہ عند اللہ سچی ہو ایسی روایات میں توقف بہتر ہے ایسی روایات کو ذکر کرنا جائز ہے کیونکہ اسکی نبی اکرم ﷺ نے اجازت دی ہے مگر بطور حجت بیان نہیں کیا جائے گا بلکہ بطور قصہ ذکر ہوں گی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ تو رات عبرانی زبان میں بے اس لئے عبارت وہ عبرانی زبان میں پڑتے ہیں اور اس کی تشریح عربی زبان میں کرتے ہیں اس کی وضاحت فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ۔

لا تصدقوا اهل الكتاب ولا تكذبوهم ، و قولوا امنا بالله تعالى ، و ما نزل الينا و ما نزل

”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، اہل کتاب کی ان روایتوں کی نہ تصدق کرو اور نہ ہی تکذیب بس اتنا کہہ دو اللہ تعالیٰ نے جو تم پر اتارا اور جو ہم پر اتارا، ہم سب پر ایمان لاتے ہیں“

اس حدیث مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تمام کی تمام اسرائیلیات کو مردود قرار نہیں دیا جا سکتا ان میں سے کچھ سچائی پر بھی مبنی ہوتی ہیں اس لیے ہمیں اپنا موقف دینے سے پہلے اسکی چھان بین کر لینی چاہیے۔

اسرائیلیات کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف

حضرت خالد بن عرفطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس قبیلہ عبد القیس کا ایک آدمی لایا گیا، جو سوس میں رہتا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا تم فلاں بن فلاں عیدی ہو؟ اس نے کہا جی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا، سوس میں رہتے ہو؟ اس نے پھر کہا جی: اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ہاتھ کا نیزہ لے کر اس کو ڈنڈہ سے مارا، اس نے حیرت سے پوچھا امیر المومنین آخر میرا جرم کیا ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، بیٹھو، وہ بیٹھ گیا، پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ یوسف کی ابتدائی آیتیں

الر تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ¹⁴

تک تین بار پڑھیں اور تینوں بار اس کو مارا، پھر اس شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی پوچھا کہ میری خطا کیا ہے؟ تب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم دانیال کی کتاب نقل کی ہے؟ اس نے کہا ہاں! اس کے بارے میں جو حکم ہو، وہ میں کرنے کو تیار ہوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: جاؤ اور ابھی اس کو گرم پانی سے دھو ڈالو اور کپڑے سے پونچھ کر صاف کردو، پھر آئندہ نہ تم پڑھنا اور نہ کسی کو پڑھ کر سنانا، اگر اس کے بعد مجھے اطلاع ملی کہ تم اس کو پڑھتے ہو، یا کسی دوسرے کو پڑھ کر سنایا ہے، تو ایسی سزاؤں گا کہ زندگی بھر یاد کرو گے پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ، وہ آپ کے سامنے آکر بیٹھ گیا، تب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا واقعہ سنایا کہ میں ایک دن اہل کتاب کی ایک کتاب نقل کر کے ایک کھال میں لپیٹ کر حضور ﷺ کے پاس آیا، حضور ﷺ نے پوچھا، عمر تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میں نے اہل کتاب سے ایک کتاب نقل کی ہے، تاکہ اس سے کچھ معلومات حاصل کروں، یہ کہنا تھا کہ حضور ﷺ برہم ہو گئے اور اتنا شدید غصہ ہوئے کہ آپ ﷺ کے رخسار مبارک سرخ ہو گئے، اسی دوران اذان ہو گئی اور لوگ نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انصار نے کہا آپ نے حضور ﷺ کو غصہ دلا دیا، سب لوگوں نے حضور ﷺ کے منبر کو گھیر لیا، آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا۔

”میں تمہارے پاس صاف ستھری تعلیمات لے کر آیا ہوں تم اس کی طرف سے شک میں مبتلا نہ ہو اور نہ کوئی اہل کتاب تم کو شک میں مبتلا کر دے یہ سن کر میں کھڑا ہو گیا اور کہا: ”رضیت باللہ ربنا وبلاسلام دینا وبک رسولاً“ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔“¹⁵

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسی روایات سے منع فرما رہے ہیں جن کا تعلق اسلامی شعائر سے نہیں ہے اور نہ ہی اس کے سچ یا جھوٹ ہونے کے بارے میں کوئی قوی دلیل موجود ہو۔

کتاب تفاسیر میں اسرائیلی روایات کا جائزہ

مفسرین کرام نے اسرائیلی روایات کو شرعی احکامات کے ضمن میں ذکر کرنے کی بجائے صرف اور صرف بطور قصص ان واقعات کو تفصیلاً بیان کیا جن کو قرآن پاک نے اجمالاً ذکر کیا تھا، جو سابقہ انبیاء و امم کے احوال پر مشتمل ہے ان میں سے چند واقعات کو بطور نمونہ ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے نزول کو قرآن پاک نے اجمالاً ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے
فَلَمَّا اهْبَطُوا مِنْهَا جَمِيعًا¹⁶

ترجمہ: ”اور ہم نے کہا کہ جنت سے نیچے اتر جا۔“

اس آیت کی تفسیر میں احوال نزول کے بارے میں مفسرین نے اسرائیلیات سے مختلف چیزوں کا ذکر کیا ہے جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں: کہ جب آدم علیہ السلام زمین پر اتارے گئے، ان کے جسم کا رنگ سیاہ تھا، پھر اللہ نے

ان کے جسم کو سفید بنا دیا، اس لیے انہوں نے ایام بیض کے روزے رکھے تھے، ان روزوں کو اسی لیے ایام بیض کے روزے کہا جاتا ہے کہ ان سے ان کا جسم سفید ہو گیا، آدم علیہ السلام جب دنیا میں آئے، تو اپنی پیاس بجھانے کے لیے بدلیوں سے پانی پی لیا کرتے تھے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے درہم و دینار ڈھالا۔¹⁷ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کعبہ کے ضمن میں مفسرین کرام نے بہت سی روایات نقل کی ہیں جنکا تعلق خانہ کعبہ کی تاریخ کے ساتھ ہے، مثلاً کعبہ کب تعمیر ہوا، کس نے کیا، حجر اسود کہاں سے آیا، ان میں اکثر روایات کا تعلق اسرانیلیات کے ساتھ ہے۔ قرآن پاک نے خانہ کعبہ کی تعمیر کو ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ¹⁸
 ”اور یاد کرو، جب ابراہیم، اسماعیل علیہم السلام خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے، دعا کرتے تھے، اے پروردگار! ہم سے قبول فرما لے، بے شک تو ہی سننے والا ہے، جاننے والا ہے“

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا، تو فرمایا کہ میں تیرے لیے ایک گھر بھی سطح زمین پر اتار رہا ہوں جس کے گرد طواف کیا جائے گا اور اس کے پاس نماز پڑھی جائے گی، لیکن حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جب طوفان آیا، تو یہ مکان پھر اٹھا لیا گیا، بعد میں انبیاء کرام علیہم السلام نے اسے بہت تلاش کیا، لیکن اس کا موقع و محل نہ جان سکے، یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کا محل وقوع بتایا گیا، انہوں نے اس گھر کو پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے بنایا۔¹⁹ قوم عمالقہ کے بارے میں قرآن پاک آیا ہے۔

قَالُوا يَمُوسَى إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ²⁰

”انہوں نے کہا: اے موسیٰ وہاں تو زبردست (طاقتور) لوگ رہتے ہیں“

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے مختلف روایات قوم عمالقہ کی طاقت و قامت کے بارے میں نقل کی ہیں۔ جیسا کہ ان کے پاؤں کے موزے کے بارے کہ۔

ابن نمرہ سے روایت ہے کہ قوم عمالقہ کے ایک آدمی کے موزہ کے سائے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ستر افراد بیٹھ سکتے تھے۔²¹

قوم عمالقہ کے کپڑوں کی جیب

ابن جریر نے سیدنا عبداللہ ابن عباس کی روایت نقل کی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ جبارین کے شہر میں داخل ہو جاؤ، تو ان کے ساتھ ان کی قوم چلی، جب شہر کے قریب پہنچی جو اریحا کے نام سے مشہور ہے۔ تو بارہ نقیب اندرون شہر گئے، تاکہ اندر کی خبر لائیں، ان لوگوں نے ان کے جسم اور حیرت ناک قد و قامت دیکھے، تو ایک باغ میں گھس گئے، اتفاق سے باغ کا مالک پھلوں کو توڑنے کیلئے آہنچا، دیکھا کہ باغ میں دس بارہ آدمی چھپے ہوئے ہیں، اس نے ہر ایک کو باری باری پکڑ لیا اور اپنی جیب میں ڈال لیا اور گھر چلا گیا اور گھر پہنچ کر اپنی جیب الٹ دی، اس کے پھلوں کے ساتھ یہ بارہ نقیب بھی نکل کر رہینگئے لگے تو اس نے کہا کہ تم لوگوں نے ہمارا حال دیکھ لیا؟ سیدھے اپنے ساتھیوں کے پاس چلے جاؤ اور صورت حال بتادو، وہ نقیب لوٹ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور جو ان پر گزری تھی اور جو دیکھا تھا، ان سے بیان کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ باتیں پوشیدہ رکھو اور اب کسی سے بیان مت کرنا، ورنہ لوگوں میں خوف و ہراس پیدا ہو جائے گا، لیکن ہر آدمی اپنے گھر گیا، تو اس نے اپنے باپ سے، اپنے دوستوں اور ملنے والوں سے بیان کیا اور ان سے تاکید کی کہ کسی سے یہ باتیں نہ کہیں، اس طرح یہ خبر پھیلتے پھیلتے پورے لشکر کے علم میں آگئی، صرف دو آدمی ایسے تھے، جنہوں نے اس خبر کو کسی سے بیان نہیں کیا، ایک یوشع بن نون علیہ السلام اور دوسرے کالب بن یوحنا۔²²

عالمقہ کی آنکھ کا خول

یزید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ قوم عمالقہ کے کسی آدمی کی ایک آنکھ کے گڑھے میں گیدڑ کا ایک جوڑا اور اس کے بچے بے تکلف چل پھر سکتے تھے۔²³

4 : حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دیے جانے کا ذکر

وَكُنْتُمْ لَهُ فِي الْأَلْوَابِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ 24
 ”اور ہم نے ان کیلئے (تورات) کی تختیوں پر ایک چیز کی نصیحت اور ہر
 ایک چیز کی تفصیل لکھ دی“

قرآن پاک میں صرف اور صرف اتنا ہے کہ وہ تختیاں ہیں لیکن اس بارے میں کوئی اور تفصیل نہیں ہے کہ ان کی تعداد کتنی ہے اور وہ تختیاں کس چیز کی ہیں اس بارے میں اسرائیلیات میں سے مختلف اقوال مفسرین نے نقل کیے ہیں۔

تختیوں کی حقیقت میں اسرائیلی روایات

- (۱) وہ تختیاں جنت والے بیر کے درخت کی تھیں ، ان تختیوں کی لمبائی بارہ ہاتھ تھی ۔
- (۲) ابن جریج کی روایت کے مطابق وہ زمرد کی تھیں اللہ عزوجل نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ سے عدن سے منگوائی تھیں اللہ تعالیٰ نے ان تختیوں پر اس قلم سے لکھا ، جس قلم سے ذکر لکھا گیا ہے ، نور کی نہر سے اس کی روشنائی بنائی گئی ۔
- (۳) ابی العالیہ کا قول ہے کہ وہ تختیاں چادر کی تھیں ۔ 25
- (۴) صاحب جلالین نے لکھا ہے کہ یا تو بیر کے درخت کی تھیں ، یا زبرجد کی ، یا زمرد کی۔ 26
- (۵) وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ اللہ نے سخت چٹانوں کو تراش کر ان تختیوں کو بنانے کا حکم دیا تھا ، اللہ نے ان چٹانوں کو نرم کر دیا تھا ، انہیں چٹانوں کو تراش کر تختیاں بنائی گئیں۔ 27
- (۶) ربیع بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ تورات جب نازل کی گئی ، تو اس کا وزن اتنا تھا کہ ستر اونٹوں پر لاد دیا گیا ، اس کا ایک جز ایک سال میں پڑھا جا سکتا تھا ، اس لیے دنیا میں صرف چار آدمیوں نے پڑھا ، حضرت موسیٰ ، حضرت یوشع بن نون ، حضرت عزیر ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے۔ 28,29

خلاصہ بحث

تفسیر قرآن کے لیے مفسرین کرام نے جہاں پر بطور ماخذ فرامین رسول ﷺ اور اقوال صحابہ و تابعین کو ذکر کیا ہے ۔ وہیں اسکے ساتھ ساتھ انہوں نے اسرائیلی روایات کو بھی ذکر کیا ہے ۔ اسرائیلی روایات کو اکثر انہوں نے قصص کے ان ابواب میں ذکر کیا ہے جن کو قرآن پاک نے اجمالاً ذکر کیا ہے ۔ عقائد کے باب میں بہت کم ذکر کیا ہے ۔ تمام کی تمام اسرائیلی روایات نہ ہی مکمل طور پر مقبول ہیں اور نہ ہی مردود ہیں بلکہ ان روایات کو تین اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے اور ہر قسم کے بارے میں الگ الگ حکم ہے ۔ پہلی قسم کی ایسی روایات جو عقائد اسلامیہ کے مطابق ہیں وہ مقبول ہیں اور ان کا بیان کرنا جائز ہے ۔ دوسری جو عقائد اسلامیہ کے مخالف ہیں انہیں بیان کرنا ناجائز ہے ۔ تیسری قسم کی وہ روایات جن کے سچ یا جھوٹ ہونے کے بارے میں کوئی شرعی دلیل نہیں ہے وہ سکوئی روایات ہیں ان کو سچ یا جھوٹ نہیں کہہ سکتے ۔ ان روایات کے بارے میں احتیاط بہتر ہے اسرائیلی روایات کو بیان کرنا اور لینا ان اصحاب کی ذہنی پاکیزگی اور احوال سابقہ سے تعارف اور اپنی علمی وسعت کو بڑھانے سے متعلق تھا اسی لیے انہوں نے واقعاتی مطالعہ کے طور پر سنا اور سننے کے بعد بغیر تحقیق کے بطور واقعہ اسے آگے پہنچا دیا۔ اس سے نہ تو ان کی نیت پر شک کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کی علمی استعداد و قابلیت پر اعتراض کیا جا سکتا ہے ۔

کیے۔

ڈیٹا کی دستیابی

تحقیق میں استعمال ہونے والا ڈیٹا مناسب درخواست پر متعلقہ مصنف سے دستیاب کیا جا سکتا ہے۔

اخلاقی منظوری

لاگو نہیں۔

مالی معاونت

اس تحقیق کے لیے کسی مخصوص ادارے یا ذریعے سے مالی معاونت حاصل نہیں کی گئی

1. سورة العمران ٣: ٣٩
2. سورة البقره ٢: ٤٧
3. ايف ايس خير الله پادري، قاموس الكتاب لغات بائبل مقدس، ص ٤٧
4. ثناء الله ، كتب تفاسير ميں اسرائيلى روايات ، اشاعت اكيڈمى ، پشاور ، ٢٠١٥ء، ص ٢٥١
5. ايضاً، ص ٢٥٢
6. ابن خلدون ، مقدمه ابن خلدون ، ج ١ ، صفحہ ٢٥٢
7. ثناء الله ، كتب تفاسير ميں اسرائيلى روايات ، اشاعت اكيڈمى ، پشاور ، ٢٠١٥ء، ص ٢٥٣
8. ايضاً ، ص ٢٥٧
9. بخارى، محمد بن اسماعيل، الجامع الصحيح، كتاب احاديث الانبياء باب ما ذكر عن بنى اسرائيل، رقم الحديث: ٣٤٦١
10. سورة البقره ٢: ١٠٢
11. سورة النساء ٤: ٤٦
12. بخارى، محمد بن اسماعيل، الجامع الصحيح، كتاب الشهادات ، باب لا يُسأل أهلُ الشرك عن الشهادة وغيرها ، رقم الحديث: ٧٥٢٣
13. ايضاً، رقم الحديث: ٤٤٨٥
14. سورة يوسف ١٢: ٣-١
15. محمد بن كثير ، تفسير ابن كثير ، العلميه ، بيروت، ١٤١٩هـ، ج ٤ ، ص ٣١٥
16. سورة البقره ٢: ٣٨
17. سيوطى، جلال الدين ، الدر المنثور ، دارالفكر ، بيروت، ج ١،
18. ص ١٤٨
19. سورة البقره ٢: ١٢٧
20. سيوطى، جلال الدين ، الدر المنثور ، دارالفكر ، بيروت، ج ١، ص ٣٠٨
21. سورة المائدہ ٥: ٢٢
22. سيوطى، جلال الدين ، الدر المنثور ، دارالفكر ، بيروت، ج ٣، ص ٤٧
23. ايضاً
24. ايضاً
25. سورة الاعراف ٧: ١٤٥
26. سيوطى، جلال الدين ، الدر المنثور ، دارالفكر ، بيروت، ج ٣، ص ٥٥٩
27. سيوطى، جلال الدين ، تفسير الجلالين ، دارالحدث ، القاہرہ، الطبعة الاولى ، ص ٢١٣
28. بيبضاوى، تفسير البيبضاوى ، دار الفكر ، بيروت ، ج ٣ ، ص ٥٨
29. شہاب الدين آلوسى ، تفسير روح المعانى ، دار الكتب العلمية ، بيروت ، ١٤١٥هـ، ج ٥، ص ٦٤